ڈاکٹر زینت بی بی

(اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، شہید بینظیر بھٹو خواتین یونیورسٹی پشاور)

ڈاکٹر محمد ناصر آفریدی

(اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور)

Dr. Zeenat Bibi

(Assistant Professor, Department of Urdu , Shaheed Benazir Bhutto Women University Peshawar)

Dr. Muhammad Nasir Afridi

(Assistant Professor, Department of Urdu , Serhad University of Science and Information Technology Peshawar)

ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار کے تحقیقی شعور کا تجزیاتی مطالعہ

("رضا ہمدانی ایک ادبی عہد ایک تحریک" کے تناظر میں)

Analytical study of the research consciousness of Dr. Izharullah Izhar

(In the context of Raza Hamdani, a literary era, a movement)

ABSTRACT:

Dr. Izharullah Izhar is a well-known personality as a teacher, poet, researcher, and critic. He has published several collections of poetry so far. As well as being a representative poet, his efforts as a researcher and critic are a valuable asset in Urdu literature. He has described Raza Hamdani's creative personality and literary tendencies in a very comprehensive manner. This is a very important development in introducing Raza Hamdani's art and thought

to the reader. It covers various literary aspects of Raza Hamdani . The nature, importance and usefulness of his literary services have been examined. The interesting thing about the article is that where there is a search for the unknown, the known has been re-examined on the basis of modern research.

ملخص: ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار بطور معلم شاعر اور محقق و نقاد کے ایک جانی پہچانی شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کے اب تک کئی شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ ایک نمائندہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بحیثیت محقق و نقاد بھی ان کی کاوشیں اردو ادب میں قابل قدر سرمایہ ہے۔ انہوں نے رضا ہمدانی کی تخلیقی شخصیت اور ادبی رجحانات کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ جو رضا ہمدانی کی فن اور فکر کو قاری سے متعارف کرانے میں نہایت اہم پیش رفت ہے۔ یہ رضا ہمدانی کی مختلف ادبی جہتوں کا احاطہ کرتا ہے۔ ان کی ادبی خدمات کی نوعیت، اہمیت اور افادیت کو پرکھا گیا ہے۔ مقالے کے حوالے سے دلچسپ بات یہ ہے کہ جہاں نامعلوم کی تلاش ہے وہاں معلوم کو جدید تحقیق کی کسوٹی پر سر نو رکھا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: ادبی اصناف، ادبی رجحانات ، منظوم، منثور، ادبی جہتیں، روایت، درایت، فطانت، خود نوشت، سوانح عمری، ادبی تخلیقات و متعلقات۔

مقالے کا عنوان رضا ہمدانی ایک ادبی عہد ایک تحریک" ہے۔ جس میں رضا ہمدانی کے بارے میں تفصیلات درج ہیں۔ اس مقالے میں ان کے خاندان، اولاد، اور ان کی تعلیم کے حوالے سے مفید معلومات پڑھنے کو ملتی ہیں۔ ایک ادبی شخصیت ہونے کی وجہ سے اُن کا اصل تعارف اُن کی تصانیف اور اِن میں موجود زندگی سے متعلق اُن کے رجحانات اور رویے ہیں۔ ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے اس حوالے سے سیر حاصل تفصیلات مہیا کی ہیں۔ مقالہ پڑھتے ہوئے ہمیں خیبر پختونخوا (صوبہ سرحد) کہ ایک اور ادبی نام فارغ بخاری کے بارے میں کافی مفید اور ذاتی نوعیت کے

معلومات کا انکشاف ہوتا ہے۔ چونکہ دونوں کی دوستی (جو بعد میں رشتہ داری میں بدل گئی تھی) بہت گہری تھی۔ اس لیے فارغ بخاری کا بھی کسی حد تک تعارف اس مقالے کے سر ہے۔ ان دونوں کی رفاقت اتنی گہری رہی کہ "فارغ رضا" کہلانے لگے، یہاں تک کہ انجمن ترقی اردو پاکستان نے 24 ستمبر 1979ء کو "فارغ رضا تقریب" کے عنوان سے کراچی میں پہلی مرتبہ ایک تقریب بھی منعقد کی۔ اس ضرب المثل دوستی کی سلسلے میں میں یوسف رجا چشتی کی رائے کافی اہمیت رکھتی ہے:

"نصف صدی سے اوپر کے اس انتہائی متحرک اور جدوجہد سے بھرپور 71 سال کا ساتھ فارغ کے ساتھ کچھ اس طرح شرط استواری ایمان کی کیفیت پیش کرتا ہے کے فارغ اور رضا کو ایک دوسرے کا شریک حیات کہنا ان کے تعلقات کی کم از کم تعریف میں آتا ہے۔"(1)

رضا ہمدانی کی شخصیت کو تفصیلی انداز سے بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار کی بعض مقامات پر زندگی سے متعلق نظریات کی جانب جھانکنے کی کوشش بھی ملتی ہے۔ اس سلسلے میں ان کے نظریات کا اطلاق نہ صرف رضا ہمدانی کی شخصیت پر ہوتا ہے بلکہ دوسرے کامیاب شخصیات بھی اُن کی فہرست میں آتی ہیں۔ اِن نظریات کو پڑھنے کے بعد قاری کی سوچ اور رویے پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے گوئٹے کی نظریہ شخصیت یا سیرت کو یوں بیان کیا ہے:

"انسان کی سیرت، زندگی کی شورشوں جو اور جدوجہد کے بہاؤ میں تشکیل پاتی ہے لیکن اس کی فطانت کی تکمیل خلوت و تنہائی میں ہوتی ہے"(2)

ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار کو ان کی ابتدائی جملے سے تو اتفاق ہے اسی نظریے کی تائید میں اپنے خیالات کا اظہار بھی کرتے ہیں:

"جس حد تک انسانی شخصیت کو پروان چڑھانے میں زندگی کے شورشوں کے عمل دخل کا تعلق ہے تو اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔ اس سلسلے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ رضا ہمدانی ایک ہنگامہ خیز دور میں پیدا ہوئے۔ پھر اس خطے میں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا۔ جو

جغرافیائی لحاظ سے بذات خود انقلابات انگیز رہا۔ اس پر مستزاد برصغیر پاک وہند میں آزادی کی تحریکیں، عالمی سطح پر احیائے انسانی کی جدوجہد کے ساتھ ابتر اقتصادی حالات اور غیر محفوظ مستقبل کا خوف، ایسے عناصر رضا ہمدانی کو مسلسل اپنی لپیٹ میں لیے رہا اور یہ سونا نا کندن بنتا رہا"(3)

لیکن ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے سیرت انسانی سے متعلق جہاں گوئٹے کے دوسرے نظریات یعنی(انسانی فطانت کی تکمیل خلوت ہوں تنہائی میں ہوتی ہے)کے نظریے سے مکمل اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسانی فطانت کی تکمیل خلوت و تنہائی میں ہوتی ہے لیکن۔۔۔۔دن کو مزدوری اور راتوں کو اخبارات کے دفاتر میں سر گردانی بھلا کب تک انہیں فارغ ہونے دیتی اس کے باوجود ان کی فطانت کی تکمیل ہوتی رہی جس کی گواہی ان کی تحریریں بھی دیتی ہے۔"(4)

اسی کی تفصیل آگے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گویا ان کی شخصیت کا ابتدائی خاکہ بے سروسامانی، سیاسی بے چینی اور بے آرامی کے حالات میں اُبھرا۔ اس میں ان کی جدوجہدِ مسلسل کے نتیجے میں لحہ بہ لحہ بدلتی صورت حال نے پائیدار رنگ بھرے۔ جو بعد میں کی تشخیص کے آئینہ دار کہلائے۔"(5)

مقالے میں رضا ہمدانی کی عادات واطوار کو سامنے لانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ اُن کی انسان دوستی کی صفت کو اُن کے رفقاء کی آراء کی مدد سے اجاگر کیا گیا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ بطورِ فن کار یا تخلیق کار تو بہت بڑی شخصیت کے مالک ہوتے ہیں مگر بطورِ انسان ان میں اکثر کمی و کوتاہیاں پائی جاتی ہیں۔ مقالے میں رضا ہمدانی کے عادات واطوار کو کونہایت جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے:

"انہیں پختہ یقین تھا کہ دشمنی انسان کا سب سے کمزور ہتھیار ہے۔ جبکہ محبت کی جیت جلد یا بدیر آخر ہو کر ہی رہتی ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ کسی سے دشمنی رکھنا خود انسان کی تعمیری سوچ کے لئے بھی مہلک ہے اور جس عمل کا کوئی معاشرتی فائدہ نہ ہو اس سے دامن بچانا ہی دانشمندی ہے۔"(6)

شخصیت کے تعارف کے بعد مقالے کا اصل موضوع "رضا ہمدانی ایک ادبی عہد ایک تحریک" ہے۔ مقالہ کی فہرست پڑھی جائے تو قاری پر یہ انکشاف ہونے لگتا ہے کہ مذکورہ مقالہ صرف کسی شخصیت کے تعارف یا اُن کی مخصوص ادبی خدمات کے اعتراف میں قلم بند نہیں کیا گیا، بلکہ رضا ہمدانی کے حوالے سے موضوعات میں تنوع اور رنگارنگی بکھری پڑی ہے۔ جو یقیناً ایک ادبی عہد کی نمائندگی کرتی ہے۔ اُنہوں نے مختلف ادبی اصناف میں طبع آزمائی کی۔ ادب کے ساتھ ساتھ انھوں نے صحافت میں بھی اپنا لوہا منوایا۔ صحافت میں اُن کی خدمات اِس قدر معتبر اور نمایاں ہیں جن کا تذکرہ اولین بنیادوں پر کیے بغیر اُن کی ادبی خدمات کا اعتراف نامکمل ہو گا۔ لیکن مقالے میں موجود فہرست کی پیروی نہ کی جائے تو بھی مقالے کے ساتھ ناانصافی ہو گی۔

مقالے کے باب دوم میں رضا ہمدانی کے غیر مطبوعہ "خود نوشت" یعنی سوانح عمری کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ وہ دستاویز ہے جو ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار کی محنت اور اپنے کام سے لگن کا نتیجہ ہے۔ یہاں بھی مقالہ نگار کا تحقیقی اسلوب قابلِ ستائش ہے۔ اُنہوں نے نہ صرف ان کے ظاہری پہلو کو بیان کیا ہے (مطبوعہ کام پر تحقیق کی ہے) بلکہ غیر مطبوعہ کام تک رسائی بھی انہیں حاصل ہے۔ مقالہ نگار نے ان دریچوں تک رسائی حاصل کی ہے جو قاری کی پہنچ میں نہ ہونے کی وجہ سے آنکھوں سے اوجھل رہ جاتے ہیں۔ اُن کی خود نوشت کی سب سے اہم بات رضا ہمدانی کی پیدائش سے متعلق سامنے آتی ہے۔ جسے محققین نے مختلف تاریخوں کے حوالے دے کر ان کی سن پیدائش تحریر کی ہے۔ اس طرح تقریباً سات مختلف تاریخوں کا ذکر سامنے آتا ہے۔ جس میں محققین نے ان کی تاریخ پیدائش کا دعوی کیا ہے۔

ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے اس موقع پر پر درست تاریخ پیدائش تک پہنچنے کے لئے اُن اصولوں کو اپنایا ہے جو اسلامی طرزِ تحقیق سے متعلق ہیں۔ یعنی حقائق تک روایت کے ذریعے پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ اس دوران اگر انہیں کوئی مصدقہ روایت نہ مل سکی تو انہوں نے درایت کا سہارا لیا ہے۔ ان کی یہ کاوش یقیناً قابل ستائش ہے۔ انہوں نے عقلی بنیادوں پر درست تاریخ پیدائش معلوم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں اُن کی وضاحت قابل غور ہے:

> "1916ء کا احتمال اس لئے نہیں ہے کہ اس کم عمری میں حافظہ خارج میں رونما ہونے والے واقعات کی تصویروں کو محفوظ کرنے کا اس قدر استعداد نہیں رکھتا جبکہ انیس سو

1917ء یا 1918ء کو درست ماننے کا مطلب یہ ہو گا کہ رضا ہمدانی اپنی پیدائش سے قبل بھی حالات کو بھانپنے کی بصیرت رکھتے تھے جو ممکن ہی نہیں لامحالہ ذہن 1910ء کی سن پر آ کر رک جاتا ہے"(7)

خود نوشت کے لیے رضا ہمدانی نے "رضا ہمدانی LIFE" کا نام دیا ہے۔ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے اس بارے میں اہم نکتہ اٹھایا ہے کہ یہ نام کی بجائے، حیات رضا ہمدانی، سوانح رضا ہمدانی، یا رضا ہمدانی کی زندگی جیسے ناموں کا انتخاب ہو سکتا تھا۔ مقالہ نگار نے دوسرے مقامات پر بھی اس خود نوشت میں موجود قابل گرفت والوں کا ذکر کیا ہے مثلاً عائلی زندگی کا کوئی بھی واقعہ اس خود نوشت میں موضوع نہیں بنتا۔ اس کے مقابلے میں بعض غیر اہم حوالوں جو بیرون ملک سیاحت سے متعلق ہیں، کی تفصیل موجود ہے۔ مقالہ نگار کا خیال ہے کہ اگرچہ اس خود نوشت میں فنی لحاظ سے خامیاں موجود ہیں لیکن فکری لحاظ سے ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے اس خود نوشت کی دفاع میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ،اور ہر سطر کے بیان میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ خود نوشت سچائی کی غمازی کرتا ہے اور سچائی ہی کو زندگی کی ہر کامیابی کی روح گردانتی ہے۔خود نوشت کی اسلوب کو بھی معیاری قرار دیتے ہوئے اُن کی علمیت، گہری ادبی بصیرت، وسیع تر مشاہدے، گہری فکر اور نفیس ذوق کے نہ صرف خود معترف ہیں بلکہ قاری کو بھی ان کی خوبیوں کے قائل کرتے نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے باب سوم میں رضا ہمدانی کے تحقیقی شعور پر بات کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رضا ہمدانی نے اس سلسلے میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ جس میں انہوں نے پشتونوں کے رسم و رواج، اُن کی زبان، نسل ،رسم و رواج ،اور ادبی رجحانات کو موضوع بنایا ہے۔ انہوں نے "ادبیات سرحد" کے نام سے خیبر پختونخوا میں ادبی جہتوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح اس خطے میں ادیبانہ کاوشوں کو منظر عام پر لانے میں ان کا اہم کردار ہے۔ انہوں نے پشتو افسانے، چاربیتہ (پشتو شاعری کی صنف) رزمیہ داستانوں، اور پٹھانوں کے رسم و رواج پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں وہ لوگ جو عموماً پشتو زبان سے آگاہی نہیں رکھتے یا جن کو پشتو زبان سمجھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کو بھی اس خطے کے رجحانات کے بارے میں جاننے کا موقع مل جاتا ہے۔

اگرچہ ان تمام تحقیقی کاوشوں میں رضا ہمدانی کا طریقہ کار اور طرز عمل قابل تحسین ہے مگر اس تحقیق کے سفر میں ایسے موڑ پر بھی آتے ہیں جہاں ان کا تحقیقی طرزِ عمل ہچکولے کھاتا دکھائی دیتا ہے:

"اگر رضا ہمدانی کی تحقیقی کاوشیں اصل ماخذات کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر سفر کرتی ہیں تو کہیں کہیں اس عمل سے انحراف پر بھی مائل دکھائی دیتی ہیں۔ اگر ان کی تحقیقات تاریخی صداقتوں کو حقیقی تناظر میں پرکھنے کے لیے معتبر ماخذات کا ایک سلسلہ قائم کرتی ہے تو ایسے مراحل بھی دیکھنے میں آتے ہیں جہاں ان کی تحقیقی کاوشوں پر قصہ کہانیوں کا گمان گزرنے لگتا ہے۔"(8)

"رزمیہ داستانیں"کے عنوان سے ان کے تحقیقی کام یقیناً قابل ستائش ہے کیونکہ یہ اردو ادب کے موضوعات میں ایک منفرد اضافہ ہے۔"رزمیہ داستانیں"42 شعراء کی زندگی اور ان کے فن سے متعلق معلومات پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ محققین جدید تحقیقی تقاضوں پر انہیں پورا نہیں ٹھہراتے۔ مگر ساتھ میں اس بات کے بھی معترف ہیں کہ یہ کام اردو ادب کا بیش قیمت خزانہ بھی ہے:

"بہرکیف "رزمیہ داستانیں" کی تحقیق اپنی بعض خامیوں کے باوصف اردو ادب کے موضوعات میں ایک منفرد اضافہ ہے اور یہ وصف اس کی تحقیقی اہمیت کو کم نہیں ہونے دیتا"(9)

اس مقالے میں ایک باب "رضا ہمدانی بحیثیت مترجم" کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے اس سلسلے میں رضا ہمدانی کی ترجمہ نگاری کے حوالے سے کچھ اعتراضات کو بھی نقل کیا ہے۔ جن کی رو سے ترجمہ نگاری کو ناقابل فہم اور ناممکن قرار دیا گیا ہے۔ نیز ترجمہ نگاری کو گناہ قرار دیتے ہوئے اسے سعی نامشکور کا نام دیا گیا ہے۔ جہاں صرف حقارت ملتی ہے پذیرائی نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ قاری کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے اس بات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ عالمی سطح پر ترجمہ نگاری کے معیاری نمونے ملتے ہیں۔ اس بارے میں عبدالقادر سروری کی رائے اہمیت رکھتی ہے:

"جس طرح دیے سے دیا جلتا ہے اس طرح علم سے علوم پیدا ہوتے ہیں اگر دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانوں کو ٹٹولا جائے تو اس بات کا پتہ چلے گا کہ ان کی نشو نما کے مختلف مرحلے میں دوسری زبانوں کے اثرات کو بھی بڑا دخل رہا ہے۔"(10)

ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار رضا ہمدانی کے ترجمہ نگاری سے متعلق فنی خصوصیات پر بات کرنے سے قبل جامعہ انداز میں ترجمہ نگاری کی اہمیت اور وقت کے تقاضوں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ انہوں نے واضح کیا ہے کہ ترجمہ نگاری نہ صرف دوسری اقوام اور علاقوں کی کہانیاں، تجربات اور تقاضوں کو اپنی زبان میں منتقل کیا بلکہ اس کے ساتھ مختلف اسالیب بھی اپنی زبان میں رائج کرنے کے مواقع کی ترتیب پائے۔ اس طرح معاشرے کی سوچ، نظری توسیع اور کشادگی پیدا کی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مختلف ماہرین زبان سے استفادہ کیا ہے۔

اگلے باب میں رضا ہمدانی کی صحافتی خدمات کو ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے جامع انداز میں قلم بند کیا ہے۔ ابتدا میں انہوں نے خیبر پختونخوا کی مختصر صحافتی تاریخ کو پس منظر میں رکھ کر ان کی ادبی خدمات کے ساتھ ساتھ صحافتی سرگرمیاں بھی نمایاں کی ہیں۔ اس باب کا مطالعہ کرنے کے بعد قاری نہ صرف رضا ہمدانی کی صحافتی سرگرمیوں سے واقفیت حاصل کر لیتا ہے بلکہ اس دور کے عصری تقاضوں اور حالات و واقعات بھی ان کی تحریروں میں سانس لیتے دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے قیام پاکستان سے قبل ہی صحافتی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں:

"رضا ہمدانی کے صحافیانہ رنگ نے ابتدا میں ادبی، نیم ادبی اور نیم سیاسی عناصر سے اپنی تشکیل کی۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے انداز تحریر میں بتدریج پیشہ ورانہ قطعیت کے آثار نمودار ہوتے رہے۔"(11)

رضا ہمدانی کی صحافتی سرگرمیوں پر مشتمل اس باب میں جہاں ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار کا گہرا مطالعہ اور محنت اور لگن نظر آتی ہے۔ وہاں ان کا تحقیقی کام تحقیق کا حق ادا کرنے پر دلالت بھی کرتا ہے۔ ہفت روزہ "شباب" اور ماہنامہ "ندا" کی اجراء کے حوالے سے ان کی تحقیق قابل توجہ ہے۔ تحقیقی ماہرین ادب اور صحافت کو ایک دوسرے سے پیوستہ قرار دیتے ہیں۔ جہاں ان دونوں شعبوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا وہاں یہ بھی ایک حقیقت بھی ہے کہ دونوں کا تعلق انسانی زندگی سے ہے۔ دونوں کی جڑیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں:

"جس عہد میں رضا ہمدانی صحافت سے وابستگی اختیار کرتے ہیں اس عہد میں برصغیر کی سطح پر صحافت اپنی موجودہ شکل کے برعکس اپنی تشکیل کے سفر سے گزر رہی ہوتی ہے۔ بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں رضا ہمدانی عملی طور پر صحافت سے منسلک ہوتے ہیں تو ہندوستان کے تناظر میں عموماً اور صوبہ سرحد کی سطح پر خصوصاً صحافت، مذہب، سیاست حوالہ بنی رہتی ہے۔ چنانچہ رضا ہمدانی کا کام بھی کسی ایک معین اسلوب اور واضح صحافتی انداز تک محدود نہیں رہتا۔ عہد کے تقاضوں کے مطابق ان کا قلم برابر مختلف محاذوں پر کم وبیش نمائندگی کا حق ادا کرتا رہتا ہے اور بدلتے حالات کا ساتھ دیتا ہے"(12)

رضا ہمدانی نے جن اخبارات کے لیے کام کیا ان میں ہفت روزہ "شباب"،ماہنامہ "ندا"،"مصور شباب"،ماہنامہ "دوام"،"سنگ میل"،اور روزنامہ "مشرق" کے نام شامل ہیں۔بحیثیت صحافی انہوں نے اپنے سفر کا آغاز 1935ء میں ماہنامہ "سفیر سخن" سے کیا۔ لیکن ان کے صحافتی مزاج کا بھرپور عکس ہمیں ماہنامہ "ندا" میں ملتا ہے ۔رضا ہمدانی فروری 1938ء میں اس رسالے سے بطور مدیر وابستہ ہوئے۔ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار کے مطابق یہ ماہنامہ ادبی مزاج رکھتا تھا جس میں حکومت وقت کی پالیسیوں پر تنقید بھی ہوتی تھی۔

"ماہنامہ "ندا" باتصویر اخبار تھا اس کا اغلب حصہ ادبی، فکاہی کالم، اور ثقافتی قسم کے مضامین اور حوالوں سے مزین ہوتا نیز اس میں ادیبوں کے ادبی خطوط کا تبادلہ بھی ہوا کرتا۔ اس میں ہمصر دیگر اخبارات ورسائل کی پالیسیوں اور مزاج کا تعارف کروایا جاتا۔ جبکہ اس میں اشتہارات کا ایک اچھا خاصا سلسلہ بھی نظر آتا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غیر معروف اخبار نہیں تھا"(13)

رضا ہمدانی کی ادب اور صحافت کی دوستی کا سنگِ میل "سنگ میل" میں بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔یہ وہ ماہنامہ ہے جو فارغ بخاری اور رضا ہمدانی کی باہمی کوششوں کا ثمر ہے۔یہ 1948ء میں پشاور سے جاری ہوا۔ مقالہ نگار نے ماہنامہ "سنگ میل" کی بابت خاطر خواہ معلومات بہم پہنچائی ہیں کہ کس طرح یہ ادبی جریدہ صوبہ خیبر پختونخوا (صوبہ سرحد) کی صحافت وادب کا آئینہ دار تھا۔ نیز صوبے کی سطح سے نکل کر بین الاقوامی سطح پر اس ماہنامے کو قارئین کی

پذیرائی حاصل رہی۔ اس ماہنامے کی کامیابی کو اس بات سے منسلک کیا گیا ہے دوسرے ہی سال "سرحد نمبر" کے نام سے منظر عام پر آیا۔

> "سنگ میل" کا سرحد نمبر جنوری 1950 کو منظر عام پر آیا۔ "سرحد نمبر" کی جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔ اس کی کی قیمت 2 روپے اٹھانے تھی۔ کل صفحات 574 تھے جبکہ نیا مکتبہ پشاور نے اسے شائع کرایا تھا۔ پیغامات، منظومات، ادبیات سرحد، افسانے، مقالات، اور شخصیات یہ وہ کلیدی عنوانات ہیں جن کے تحت "سنگ میل"، "سرحد نمبر" کو منقسم کیا گیا ہے۔ جبکہ 14 صفحات پر مشتمل طویل اداریہ بھی اس میں شامل ہے "(14)

ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے رضا ہمدانی کی صحافت پر مثبت انداز فکر اپناتے ہوئے ان کے موقف کو سراہا ہے۔ جس کے تحت صحافت میں سادگی اور سچائی کا پہلو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اسے سنسنی خیزی اور تکلفات سے بے نیاز ہونا چاہیے۔ نیز ایک صحافی کو صحافیانہ نظریات ہمیشہ مد نظر رکھنے چاہیے ۔

مقالے کا اہم باب "رضا ہمدانی کی شاعری" سے متعلق ہے۔ جس میں رضا ہمدانی کی ابتدائی شاعری اور ان کے شعری ذوق پر مقالہ نگار کا تفصیلی نقطہ نظر ملتا ہے۔ اس باب میں انہوں نے رضا ہمدانی کی شاعری پر بات کرتے ہوئے نہ صرف ان کے مطبوعہ کلام کی فنی و فکری اہمیت اجاگر کی ہے۔ بلکہ ایک متحرک محقق ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے ان کے غیر مطبوعہ کلام کو بھی قاری تک پہنچایا ہے۔ اس طرح اُن کے شعری ذوق کے وہ گوشے بھی نظر آنے لگتے ہیں جو اب تک قارئین کی نظر سے اوجھل رہے تھے۔ ان کے تخلیقی سفر کو بیان کرتے ہوئے انہوں نے ان کی شاعری میں تہذیبی و ثقافتی تبدیلیوں کی رونمائی اور رجحانات کی تصویر کشی اِن الفاظ سے کی ہے:

> "یہ سچ ہے کہ ایک طرف اس دور میں عالمی سطح پر انسانی معاشرہ مجہول انانیت ،لاقانونیت کی افزائش ،اندھی طاقت کی حکمرانی ،اخلاقی زبوں حالی ،سیاسی بے چینی ،بے مقصد افراتفری ،اقتصادی ابتری، سماجی ناانصافی، مریضانہ بزدلی، روحانی بحران اور بے چہرگی کے عذاب سے گزر رہا تھا۔ عصری قرب نے

انسان کو اتنا الجھا دیا تھا کہ بظاہر ذہنی یکسوئی میسر آنا محال نظر آ رہا تھا۔ پھر ان حالات نے رد عمل کے طور پر پر عالمی سطح پر کوئی چھوٹی بڑی تحریکوں کو جنم دیا ۔۔۔دوسری جانب سائنس کی بے پناہ ترقی بھی اس عہد کی کرشمہ سازی ہے۔ جس میں دنیا کے فاصلے سمٹ جاتے ہیں مواصلاتی نظام بھی انقلابی تبدیلیاں، ذرائع نقل و حمل کی جدید سہولیات، بڑی سرعت سے چھوٹے چھوٹے دائروں میں بٹے ہوئے معاشرے کو ایک نقطے پر مرتکز کر کے ایک وسیع عالمی معاشرے میں ڈالتے ہیں۔۔۔۔ یہ وہ معروضی حالات ہوتے ہیں جو رضا ہمدانی کو ورثے میں ملتے ہیں۔ایسے میں رضا ہمدانی غزل کی صنف کو اظہار کا وسیلہ بناتے ہیں۔ فنی اعتبار سے یہ صنف موضوعات کی الم ناکی کو عریاں الفاظ میں بیان کرنے کی بجائے اشاروں، کنایوں اور علامتوں کے روشن اور مدھم نقطوں کے سہارے موثر بناتی ہیں"(15)

اس تذکرہ کے بعد ہمیں رضا ہمدانی کی مطبوعہ دو شعری مجموعوں کے بارے میں تفصیلات ملتی ہیں۔ جو بالترتیب "رگ مینا" اور "صلیب فکر" ہیں۔ اُن کی تحقیقات کے مطابق "رگ مینا" کو پہلی بار "گوشہ ادب لاہور" نے 1957 میں شائع کیا۔ رضا ہمدانی نے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

1۔ 1947 سے پہلے عہدے جنون کی شاعری

2۔ 1947 کے بعد عہدِ شعور کی شاعری

3۔ پشتو کے کلاسیکل شعراء خوشحال خان خٹک اور رحمان بابا کی متفرق اشعار کا اردو ترجمہ

ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار کی تحقیق کے مطابق اس مطبوعہ شاعری مجموعے میں ہمیں بیک وقت جوانی کا جنون، شعور کی روشنی، اور پختگی ملتی ہے۔ یہی پختگی ان کے بعد میں آنے والی شعری مجموعہ میں نمایاں جھلکتی ہے۔ ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار نے نمونے کے طور پر اہم اشعار کی مثالیں بھی دی ہیں:

طوفاں کی کشمکش سے عبارت ہے زندگی

ساحل بھی گر ملے تو کنارہ کروں گا میں (16)
دل و نظر میں سمائے کائنات کے رنگ
کہے گا کون کہ یہ زخم میرا ذاتی ہے (17)
عقل کو عشق کے پردے میں چھپانا ہے عبث
شمع فانوس کے حجلے میں بھی عریاں ہی رہی (18)

ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے رضا ہمدانی کی غیر مطبوعہ شاعری کو بھی اپنا موضوع بنایا ہے۔ ان کی غیر مطبوعہ شاعری میں اردو اور ہندکو دونوں زبانوں میں شاعری موجود ہے:

یہ لوگ اگرچہ بظاہر دوانے ہوتے ہیں
نظر میں اہل نظر کے زمانے ہوتے ہیں (19)
دن کو رکھا آنسو روکے
رات گزاری ہم نے رو کے (20)

اس باب میں رضا ہمدانی کی شاعری کا تاریخ وار تبصرہ موجود ہے۔ تحقیق کے مطابق باب کی ضخامت دیگر باب کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ جس کی بنیادی وجہ بقول ڈاکٹر اظہار اللہ اظہار رضا ہمدانی کی زندگی میں شعر سب سے نمایاں حوالہ رہا ہے۔ ان کی متروک شاعری سے لے کر آخری شعرِ تخلیق تک ان کے انتقادی نظریات کو حسب موقع ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ان کا ہم عصر شعراء کے کلام سے تقابلی جائزہ بھی مقالہ نگار کے تحقیقی شعور کا پتہ دیتی ہے۔

مقالے کے آخر میں رضا ہمدانی کی متفرق ادبی خدمات کو تحقیق و تنقید کے مرحلے سے گزارا گیا ہے۔ اس باب میں ان کی شخصیت کے کئی پہلو سامنے آتے ہیں۔ انہوں نے بیش تر نثری اصناف میں طبع آزمائی کی ہے۔ اس سلسلے میں ادب کی شاخوں جن میں افسانہ نگاری، خاکہ نگاری، رپورتاژ نگاری، سفر نامہ نگاری، ڈرامہ نگاری، مکتوب نگاری، نیز پشتو ادب میں بھی طبع آزمائی پڑھنے کو ملتی ہے۔ ان کے چند اہم خاکوں میں سائیں احمد علی، محمد علی شاہ، سید شیر ازی، مضمر تاتاری، مصطفی کمال، عبدالصمد خان مرحوم، اور ابوالکیفی سرحدی شامل ہیں۔ اس طرح مکتوب نگاری اور رپورتاژ نگاری کے عمدہ نمونے بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ مقالہ میں ان کے ڈراما نگاری کو بھی تحقیقی تقاضوں کے

طور پر پیش کیا ہے۔ یہ صنف ان کا مستقبل ادبی حوالہ نہیں ہے مگر انہوں نے صوبے میں اس صنف کی قلت ِ تخلیق کی وجہ سے تذکرہ کیا ہے۔ اس آخری باب میں رضا ہمدانی کے بچوں کے لئے تخلیق کئے گئے ادب پر بھی تبصرہ موجود ہے۔ بچوں کے لئے لکھنا یقیناً نے ایک پیچیدہ کام ہے، جو ان کے بچوں کی نفسیات پر گہرے گرفت کا پتہ دیتی ہے ۔

مقالے میں طباعت کے لحاظ سے کچھ غلطیاں بھی سامنے آئی ہیں۔ ان کو یہاں اس تناظر میں تحریر کیا جارہا ہے کہ اگر ممکن ہو تو مقالے کے اگلے ایڈیشن میں ان کی درستگی ہو سکے ۔

الفاظ	املا کی غلطی	صفحہ نمبر	الفاظ	املا کی غلطی	صفحہ نمبر
خون	جون	32	جیسے	ایسے	45
عادی	عاری	48	بجائے	بخائے	50
مشاعرہ	مشاہرہ	78	زیاں	ضیاع	80
موزوں	روزوں	229	تھے	تھی	409
انسان	انسانی	465	اصلی	صلی	626
راوی	روای	781	شاید	شائد	783
روزی	روٹی	807			

ڈاکٹر اظہاراللہ اظہار نے جس طرح رضا ہمدانی اور ان سے وابستہ تخلیقات اور ان کے قلمی متعلقات کا تحقیقی اور انتقادی تجزیہ کیا ہے، اسے پیمانہ بنا کر اظہار اللہ اظہار کی تخلیقات اور کاوشوں پر لاگو کیا جائے تو نتیجہ زیادہ مختلف نہیں ہو گا۔ ہر تخلیق اور ہر تحریر اسے جہت در جہت نمایاں کرے گی اور آئندہ کے محققین اس تناظر میں بہتر نتائج حاصل کرنے کے مجاز ہوں گے۔

حوالہ جات

1۔یوسف رجاچشتی، مشمولہ "رضا ہمدانی ایک ادبی عہد ایک تحریک "نیو اتفاق پرنٹنگ پریس پشاور، فروری2006ص36

2۔ایضاًص36

3۔ایضاًص45

4۔ایضاًص45

5۔ایضاًص46

6۔ایضاًص47

7۔ایضاًص158

8۔ایضاًص206

9۔ایضاًص240

10۔ایضاًص262

11۔ایضاًص388

12۔ایضاًص393

13۔ایضاًص398

14۔ایضاًص409

15۔ایضاًص466،465

16۔ایضاًص470

17۔ایضاًص470

18۔ایضاًص476

19۔ایضاًص615

20۔ایضاًص617